قرآن کا انکار

آج کل کے اہل تشیع حضرات یا تو اپنی مذہبی کتابوں سے مکمل ناواقفی کی وجہ سے یا کسی ماحول کے باعث بطور تقیہ قرآن کریم کو خدا کا کلام کہتے ہیں مگر بانیانِ مذہب تشیع اور رازداران مذہب تشیع کا ایمان قرآن کریم پر نہیں۔ اس قرآن کریم کو اسی وجہ سے ہر صریح جھوٹ بولتے وقت پھٹ سے سر پر رکھ دیتے ہیں اور ایسی حالت میں جھوٹ بولنے میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتے۔ جیسے کوئی مسلمان جھوٹ بولتے ہوئے ہندوؤں کی پوتھی وغیرہ سر پر رکھ لے۔

شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں بلکہ جو قرآن کریم حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حفاظ صحابہ کو طلب فرما کر جمع فرمایا جو آج ہمارے سینوں میں ہے اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو بچے سے لے کر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے جس کو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے جس کے تیس پارے ہیں جو سورۃ فاتحہ سے شروع ہوتا اور سورۃ ناس پر ختم ہوتا ہے۔ بانیان مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موہوم قرآن (ستر گز والا جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کیلئے منہ نہیں دکھانا، حلال وحرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا) ہی مراد لیتے ہیں تو پھر جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں۔ ان کے مذہب کو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم پر مدعیان تولی کے ایمان کا نمونہ اصل عبارت میں پیش کرتا ہوں۔ تا کہ اہل علم لوگ تصدیق کر سکیں۔

اصول کافی صفحہ نمبر ۶۷۱

فقال ابو عبدالله علیه السلام (الیٰ ان قال) اخرجهٔ علی علیه السلام الی الناس حین فرغ منه و کتبهٔ فقال لهم هٰذا کتاب الله عزوجل کما انزله الله علی محمد (صلی الله علیه وسلم) من اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فیه القرآن لا حاجة لنا فیه فقال اما والله ما ترونهٔ بعد یومکم هٰذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتهٔ لتقرءوه۝

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی طرف منسوب کر کے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علی قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے دو لوحوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرمالو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے جس میں قرآن ہی ہے۔ ہمیں آپ کے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے میرے لئے ضروری تھا کہ جب میں نے اس کو جمع کیا ہے تو تمہیں اس کی خبر دوں تا کہ تم اس کو پڑھتے۔

اب حسب روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے دن کے بعد کبھی تم اس کو نہ دیکھو گے۔ تو اس کے

باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں جس کو اہل سنت یاد کرتے ہیں۔ تراویح میں ختم کرتے ہیں جس کو امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ یہ تو بہر صورت وہ قرآن نہیں ہو سکتا جو قیامت سے پہلے آ ہی نہیں سکتا۔ اسی اصول کافی صفحہ ۶۷۰ پر امام عالی مقام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام "احمد بن محمد" کہتے ہیں کہ مجھے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا۔ میں نے کھولا اور دیکھا اور سورۃ لم یکن الذین الخ پڑھی تو میں نے اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ ان کے آباء کے نام لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری یہ شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کر دو۔ یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت گھڑنا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں بھی دکھاؤ تو فصاحت و بلاغت قرآن سے ملتی جلتی عبارت کہاں سے پیدا کی جاتی بہر حال وہ قرآن جس کی سورۃ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے۔ یہ قرآن نہیں۔ اہل تشیع کے مجتہد اعظم نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں تو ایمان بالقرآن کا قصہ ہی ختم کر دیا ہے۔

اصول کافی صفحہ ۶۷۱ کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بلفظ ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہل علم حضرات منطبق فرمالیں "امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں" اور اہل سنت والجماعت غریبوں کے پاس تو صرف ۶۶۶۶ آیات پر مشتمل قرآن حکیم ہے اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی صفحہ ۲۶۱ تا صفحہ ۲۶۸ و صفحہ ۶۷۰، ۶۷۱ کا مطالعہ فرماویں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے اور کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۴۹۳، ۴۹۴ پر تو اس قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے اور اس قرآن کریم میں رد و بدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے بڑھ کر ایک روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۱۴ میں قرآن کی تحریف اور اس میں رد و بدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو ثابت کیا گیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم○

یہ چند روایتیں بطور نمونہ ہیں ورنہ اہل علم شاہد ہیں کہ اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں جس کثرت کے ساتھ قرآن کریم کے انکار پر مشتمل روایات ہیں ان کا نصف بھی یکجا (جمع) کیا جائے۔ تو شرح کبیر لا بن میثم کے لگ بھگ ایک مستقل ہوگی۔ مگر اندک دلیل بیسار و مشت نمونہ از خروار ہوتا ہے جو پیش ہے یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ جب ان لوگوں کو قرآن بھی قیامت سے پہلے دیکھنا نصیب نہیں اور ائمہ طاہرین معصومین کے متعلق قطعی یقین حاصل ہے کہ وہ تقیہ نہ کرنا بے ایمانی اور بے دینی یقین فرماتے تھے۔ ان کے بغیر باقی تمام لوگ ان کے نزدیک اس قابل ہی نہیں کہ ان سے کوئی حدیث بھی قابل تسلیم مانی جا سکے تو پھر یہ مذہب اہل تشیع اور اس کی سچائی اور اس کے عقیدے اور اس کے حلال و حرام کس صداقت پر مبنی اور کس بنا پر قائم ہیں؟ بھائی جب ائمہ کرام خود فرماویں من اذاع علینا حدیثا

اذلہ اللہ ومن کتمۂ اعزہ اللہ○ یعنی جو شخص ہماری کس بات کو ظاہر کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور جس نے ہماری حدیثیں چھپائیں اور ظاہر نہ کیں اس کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے (حوالے گذار چکے ہیں) تو اماموں سے کسی حدیث کو ظاہر کرنا یا ان کی کسی بات یا کسی تعلیم کو صحیح طور پر بیان کرنا صراحتاً بے ایمانی، بے دینی، دارین میں ذلت اور قطعی طور پر جہنمی ہونا ہے (دیکھو کافی باب التقیہ)۔

اپنوں کی مخالفت کیوں

تو اب اہل تشیع کی تمام کتابیں جو ائمہ صادقین سے روایتوں پر مشتمل نظر آرہی ہیں، خلافت بلافصل کا عقیدہ سب وشتم کا عقیدہ، باقی متعہ ہو یا تقیہ، وضو کی ترکیب، نماز کے انداز، باقی کھانے پینے کے حلال وحرام اگر فی الواقع ائمہ طاہرین کی حدیثیں ہیں اور ان کو چھپانے کی بجائے ان کو شائع کیا گیا جلسوں میں لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ لوگوں کو سنائی گئیں تو حسب فرمان امام عالی مقام یہ لوگ سخت بے ایمان بے دین اور دنیا وآخرت میں ائمہ کی نظر میں ذلیل اور جہنمی ہیں۔ اور اگر ائمہ کے تاکیدی ارشادات اور حکم کی تعمیل میں اصل حدیثیں اور اصل احکام نہیں لکھے گئے۔ نہ ہی ان کو شائع کیا گیا اور نہ ہی وہ لوگوں کو سنائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بہر صورت چھپائے ہی جاتے ہیں۔ یہ تمام تر کتابیں اور تقریریں ان کے اصل احکام کے خلاف اور مغائر ہیں۔ یہ تمام اعمال، نماز ہو یا روزہ، وضو ہو یا نماز کی ترکیب اور خاصانِ بارگاہ خدا رسول ﷺ کے حق میں سب وشتم۔ من گھڑت اور خود ساختہ روایات کی بنا پر ہیں تو اس صورت میں اہل تشیع حق بجانب معلوم ہوتے ہیں اور عقل سلیم بھی اسی صورت کو صحیح سمجھتی ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین کی ایک حدیث اور ایک روایت بھی کوئی مخلص محبّ شیعہ تو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ تو ان محبوں نے اصل کو چھپانے کیلئے غلط اور غیر صحیح بیان کرنے پر اکتفا کیا۔